© rasailojaraid.com

فصل دوم

رسالتِ محمدی پر ایمان لانے کی دعوت

(۴)

یہ الزام کہ حضورؐ اپنی بڑائی چاہتے ہیں

سورۂ صٓ میں ذکر آیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارانِ قریش کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تو حاضرین نے منجملہ دوسرے اعتراضات کے یہ بھی کہا کہ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ۔ "یہ بات تو کسی اور ہی غرض سے کی جا رہی ہے"۔ یعنی دراصل یہ دعوت اس لیے دی جا رہی ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع فرمان بن جائیں اور یہ ہم پر حکم چلائیں۔

ظاہر ہے کہ یہ محض ایک الزام تھا جس کی کوئی بنیاد بدگمانی کے سوا نہ تھی۔ اس لیے اس کا کوئی جواب دینے کے بجائے قرآن مجید میں یہ بتایا گیا ہے کہ قدیم زمانے میں بھی جو اللہ کا بندہ اصلاحِ خلق کے لیے اُٹھا اس پر یہی الزام لگایا گیا۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ سے فرعون کے درباریوں نے کہا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ۔ "اے موسیٰ، کیا تو اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اُس طریقہ سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین میں بڑائی تم دونوں بھائیوں کی قائم ہو جائے"؟ (یونس-۷۸)۔ یہی بات حضرت نوحؑ سے ان کی قوم کے سرداروں نے کہی تھی کہ

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُرِیْدُ	یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔ یہ
اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ	چاہتا ہے کہ تم پر برتری حاصل کرے

(المومنون ۲۴)

مخالفینِ حق کا ایک قدیم ترین حربہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اصلاح کے لیے کوشش کرنے اُٹھے اُس پر فوراً یہ الزام چسپاں کر دیتے ہیں کہ کچھ نہیں، بس یہ اقتدار کا بھوکا ہے۔ یہی الزام فرعون نے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ پر لگایا تھا کہ تم اس لیے اُٹھے ہو کہ تمہیں ملک میں بڑائی حاصل ہو جائے۔ یہی الزام حضرت عیسیٰؑ پر لگایا گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ یہ شخص یہودیوں کا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ اور اسی کا شبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سرداران قریش ظاہر کرتے تھے، چنانچہ کئی مرتبہ انہوں نے آپ سے یہ سودا کرنے کی کوشش کی کہ اگر اقتدار کے طالب ہو تو "اپوزیشن" چھوڑ کر "حزب اقتدار" میں شامل ہو جاؤ، ہم تمہیں بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ ساری عمر دنیا اور اس کے مادی فائدوں اور اس کی شان و شوکت ہی کے لیے اپنی جان کھپاتے رہتے ہیں ان کے لیے یہ تصور کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی انسان خلوص، نیک نیتی اور بے غرضی کے ساتھ فلاحِ انسانیت کی خاطر بھی اپنی جان کھپا سکتا ہے۔ وہ خود چونکہ اپنا اثر و اقتدار جمانے کے لیے دلفریب نعرے اور اصلاح کے جھوٹے وعدے شب و روز استعمال کرتے رہتے ہیں، اس لیے یہ مکاری و فریب کاری ان کی نگاہ میں بالکل ایک فطری چیز ہوتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اصلاح کا نام مکر و فریب کے سوا کبھی صداقت اور خلوص کے ساتھ لیا ہی نہیں جا سکتا، یہ نام جو بھی لیتا ہے ضرور وہ ان کا اپنا ہم جنس ہی ہوگا۔ اور لطف یہ ہے کہ مصلحین کے خلاف "اقتدار کی بھوک" کا یہ الزام ہمیشہ برسرِ اقتدار لوگ اور ان کے خوشامدی حاشیہ نشین ہی استعمال کرتے رہے ہیں۔ گویا خود انہیں اور ان کے آقایانِ نامدار کو جو اقتدار حاصل ہے وہ تو ان کا پیدائشی حق ہے، اس کے حاصل کرنے اور اس پر قابض رہنے میں وہ کسی الزام کے مستحق نہیں ہیں، البتہ نہایت قابل ملامت ہے وہ جس کے لیے یہ "غذا" پیدائشی حق نہ تھی اور اب یہ لوگ اس کے اندر اس چیز کی "بھوک" محسوس کر رہے ہیں۔

اس جگہ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جو شخص بھی رائج الوقت نظامِ زندگی کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے اٹھے گا اور اس کے مقابلے میں اصلاحی نظریہ و نظام پیش کرے گا اس کے لیے بہرحال یہ بات ناگزیر ہوگی کہ اصلاح کی راہ میں جو طاقتیں بھی سدِ راہ ہوں انہیں ہٹانے کی کوشش کرے اور ان طاقتوں کو برسرِ اقتدار لائے جو اصلاحی نظریہ و نظام کو عملاً نافذ کر سکیں۔ نیز ایسے شخص کی دعوت جب بھی کامیاب ہوگی، اس کا قدرتی نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ لوگوں کا مقتدا و پیشوا بن جائے گا اور نئے نظام میں اقتدار کی باگیں یا تو اس کے اپنے ہی ہاتھوں میں ہوں گی، یا اس کے حامیوں اور پیروؤں کے ہاتھوں پر قابض ہوں گے۔ آخر انبیاء اور مصلحینِ عالم میں سے کون ہے جس کی کوششوں کا مقصد اپنی دعوت کو عملاً نافذ کرنا نہ تھا؟ اور کون ہے جس کی دعوت کی کامیابی نے فی الواقع اس کو پیشوا نہیں بنا دیا؟ پھر کیا یہ امرِ واقعی کسی پر یہ الزام چسپاں کر دینے کے لیے کافی ہے کہ وہ دراصل اقتدار کا بھوکا تھا اور اس کی اصل غرض وہی پیشوائی تھی جو اس نے حاصل کر لی؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہے کہ بدطینت دشمنانِ حق کے سوا اس سوال کا جواب کوئی بھی اثبات میں نہ دے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اقتدار کے بجائے خود مطلوب ہونے اور کسی مقصدِ خیر کے لیے مطلوب ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اُتنا ہی بڑا فرق جتنا ڈاکو کے خنجر اور ڈاکٹر کے نشتر میں ہے۔ اگر کوئی شخص صرف اس بنا پر ڈاکو اور ڈاکٹر کو ایک کر دے کہ دونوں بالارادہ جسم چیرتے ہیں اور نتیجہ میں مال دونوں کے ہاتھ آتا ہے، تو یہ صرف اس کے اپنے ہی دماغ یا دل کا قصور ہے۔ ورنہ دونوں کی نیت، دونوں کے طریق کار، اور دونوں کے مجموعی کردار میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ کوئی صاحب عقل آدمی ڈاکو کو ڈاکو اور ڈاکٹر کو ڈاکٹر سمجھنے میں غلطی نہیں کر سکتا۔

یہی معاملہ حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔ ان کی قوم کے سرداروں نے بھی اپنے عوام کو مخاطب کر کے کہا:

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ	یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔
يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ	جو کچھ تم کھاتے ہو وہی یہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے
مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۔ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ	ہو وہی یہ پیتا ہے۔ اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے
بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا	ایک بشر کی اطاعت قبول کر لی تو تم گھاٹے ہی میں
لَّخٰسِرُوْنَ (المومنون ۳۳-۳۴)	رہو گے۔

سردارانِ قوم کو جب خطرہ ہوا کہ عوام پیغمبر کی پاکیزہ شخصیت اور دل لگتی باتوں سے متاثر ہو جائیں گے اور ان کے متاثر ہو جانے کے بعد ہماری سرداری پھر کس پر چلے گی، تو انھوں نے یہ تقریریں کر کر کے عام لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے پیغمبری ویغمبری کچھ نہیں ہے۔ محض اقتدار کی بھوک ہے جو اس شخص سے یہ باتیں کرا رہی ہے۔ بھائیو، ذرا غور تو کرو کہ آخر یہ شخص تم سے کس چیز میں مختلف ہے؟ ویسا ہی گوشت پوست کا آدمی ہے جیسے تم ہو۔ کوئی فرق اس میں اور تم میں نہیں ہے۔ پھر یہ کیوں بڑا بنے اور تم اس کے فرمان کی اطاعت کیوں کرو؟ ان تقریروں میں یہ بات گویا بلا نزاع تسلیم شدہ تھی کہ بشر ہونے کے باوجود ہم جو تمھارے سردار ہیں تو ہمیں تو ہونا ہی چاہیے۔ ہمارے گوشت پوست اور کھانے پینے کی نوعیت کی طرف دیکھنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ زیر بحث ہماری سرداری نہیں ہے کیونکہ وہ تو آپ سے آپ قائم اور مسلّم ہے۔ البتہ زیر بحث یہ نئی سرداری ہے جو اب قائم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ اس طرح ان لوگوں کی بات سردارانِ قومِ نوح کی بات سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی جن کے نزدیک قابلِ الزام اگر کوئی چیز تھی تو وہ اقتدار کی وہ بھوک تھی جو کسی نئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنے والے کے اندر محسوس ہو یا جس کے ہونے کا شبہہ کیا جاسکے۔ رہا اُن کا اپنا پیٹ، تو وہ سمجھتے تھے کہ اقتدار بہر حال اس کی فطری خوراک ہے جس سے اگر وہ بدہضمی کی حد تک بھر جاتے تو قابلِ اعتراض نہیں۔

آپؐ پر یہ الزام کہ آپ کاہن ہیں اور شیاطین آپ پر نازل ہوتے ہیں

کفارِ مکہ آپؐ پر یہ الزام بھی لگاتے تھے کہ آپ کاہن ہیں، اور یہ قرآن جو آپ پیش کر رہے ہیں اسے فرشتے نہیں بلکہ شیاطین آپ پر نازل کرتے ہیں۔ اس کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (الطور-۲۹)

پس اے نبی، تم نصیحت کیے جاؤ، اپنے رب کے فضل سے نہ تم کاہن ہو اور نہ مجنون۔

"کاہن" عربی زبان میں جوتشی، غیب گو اور سیانے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ ایک مستقل پیشہ تھا۔ کاہنوں کا دعوٰی تھا، اور ان کے بارے میں ضعیف الاعتقاد لوگ بھی یہ سمجھتے تھے کہ وہ ستارہ شناس ہیں، یا ارواح اور شیاطین اور جنوں سے ان کا خاص تعلق ہے جس کی بدولت وہ غیب کی خبریں معلوم کرسکتے ہیں۔ کوئی چیز اگر کھوئی جائے تو وہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں پڑی ہے۔ کسی کے ہاں چوری ہو جائے تو وہ بتا سکتے ہیں کہ چور کون ہے۔ کوئی اپنی قسمت پوچھے تو وہ بتا سکتے ہیں کہ اس کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔ انھی اغراض کے لیے لوگ اُن کے پاس جاتے تھے اور وہ کچھ نذر نیاز لے کر انھیں غیب کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ وہ خود بھی بسا اوقات بستیوں میں آواز لگاتے پھرتے تھے تاکہ لوگ اُن کی طرف رجوع کریں۔ ان کی ایک خاص وضع قطع ہوتی تھی جس سے وہ الگ پہچانے جاتے تھے۔ ان کی زبان بھی عام بول چال سے مختلف ہوتی تھی۔ وہ مُقفّٰی اور مُسجّع فقرے خاص لہجے میں ذرا ترنّم کے ساتھ بولتے تھے اور بالعموم ایسے گول مول الفاظ استعمال کرتے تھے جن سے ہر شخص اپنے مطلب کی بات نکال لے۔ قریش کے سرداروں نے عوام کو فریب دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کاہن ہونے کا الزام صرف اس بنا پر لگا دیا کہ آپ اُن حقائق کی خبر دے رہے تھے جو لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں، اور آپ کا دعوٰی یہ تھا کہ خدا کی طرف سے ایک فرشتہ آکر آپ پر وحی نازل کرتا ہے، اور خدا کا جو کلام آپ پیش فرما رہے تھے وہ بھی مُقفّٰی تھا۔ لیکن عرب میں کوئی شخص بھی ان کے اس الزام سے دھوکا نہ کھا سکتا تھا۔ اس لیے کہ کاہنوں کے پیشے اور ان کی وضع قطع اور ان کی زبان اور ان کے کاروبار سے کوئی بھی ناواقف نہ تھا۔ سب جانتے تھے کہ وہ کیا کام کرتے ہیں، کس مقصد کے لیے لوگ ان کے پاس جاتے ہیں۔ کیا باتیں وہ ان کو بتاتے ہیں، ان کے مسجّع فقرے کیسے ہوتے ہیں اور کن مضامین پر وہ مشتمل ہوتے ہیں۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ کسی کاہن کا سرے سے یہ کام ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ قوم کے رائج الوقت عقائد کے خلاف ایک عقیدہ لے کر اُٹھتا اور شب و روز اس کی تبلیغ میں اپنی جان کھپاتا اور اس کی خاطر ساری قوم کی دشمنی مول لیتا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہانت کا یہ الزام برائے نام بھی کوئی مناسبت نہ رکھتا تھا کہ یہ پھبتی آپ پر چسپاں ہو سکتی اور عرب کا کوئی کُند ذہن سے کُند ذہن آدمی بھی اس سے دھوکا کھا جاتا۔ اسی بنا پر ان کے اس الزام کی تردید میں کوئی دلیل پیش کرنے کی سرے سے کوئی ضرورت محسوس نہ کی گئی، کیونکہ یہ آپ اپنی ہی تردید تھا۔ بس یہ فرمانے پر اکتفا کیا گیا کہ اے نبی، تم ان کے الزامات کی پروا کیے بغیر بندگانِ خدا کو غفلت سے چونکانے اور حقیقت سے خبردار کرنے کا کام کیے چلے جاؤ، کیونکہ نہ تم کاہن ہو اور نہ مجنون۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۔ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ (التکویر - ۲۵-۲۶)

اور یہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے، پھر تم لوگ کدھر چلے جا رہے ہو۔

یعنی تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ کوئی شیطان آکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں یہ باتیں پھونک دیتا ہے۔ شیطان کا آخر یہ کام کب ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کو شرک اور بُت پرستی اور دہریت و الحاد سے ہٹا کر خدا پرستی اور توحید کی تعلیم دے۔ انسان کو شترِ بے مہار بن کر رہنے کے بجائے خدا کے حضور ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس دلائے۔ جاہلانہ رسموں اور ظلم اور بداخلاقی اور بدکرداری سے منع کر کے پاکیزہ زندگی، عدل اور تقویٰ اور اخلاقِ فاضلہ کی طرف رہنمائی کرے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۔ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۔ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (الشعراء - ۲۱۰ تا ۲۱۲)

اس کتاب کو شیاطین لے کر نہیں اترے ہیں، نہ یہ کام اُن کو سجتا ہے اور نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔ وہ تو اس کی سماعت سے بھی دُور رکھے گئے ہیں۔

کفارِ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جھوٹ کی جو مہم چلا رکھی تھی اس میں سب سے بڑی مشکل اُنہیں یہ پیش آرہی تھی کہ اس حیرت انگیز کلام کی کیا توجیہہ کی جائے جو قرآن کی شکل میں لوگوں کے سامنے آرہا تھا اور دلوں میں اُترتا چلا جاتا تھا۔ یہ بات تو ان کے بس میں نہ تھی کہ لوگوں تک اس کے پہنچنے کو روک سکیں۔ اب پریشان کن مسئلہ ان کے لیے یہ تھا کہ لوگوں کو اس سے بدگمان کرنے اور اس کی تاثیر سے بچانے کے لیے کیا بات بنائیں۔ اس گھبراہٹ میں جو الزامات انہوں نے عوام میں پھیلائے تھے ان میں سے ایک یہ تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ کاہن ہیں اور عام کاہنوں کی طرح ان پر بھی یہ کلام شیاطین القا کرتے ہیں۔ اِس الزام کو وہ اپنا سب سے زیادہ کارگر ہتھیار سمجھتے تھے۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ کسی کے پاس یہ جانچنے کے لیے آخر کیا ذریعہ ہو سکتا ہے کہ یہ کلام کوئی فرشتہ لاتا ہے یا شیطان؟ اور شیطانی القاء کی کوئی تردید کرے گا تو آخر کیسے؟

اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا کہ یہ کلام اور یہ مضامین شیاطین کے منہ پر پھبتے ہی نہیں۔ کوئی عقل رکھتا ہو تو خود سمجھ سکتا ہے کہ کہیں یہ باتیں جو قرآن میں کہی جا رہی ہیں شیاطین کی طرف سے بھی ہو سکتی ہیں؟ کیا تمہاری بستیوں میں کاہن موجود نہیں ہیں اور شیاطین سے ربط ضبط رکھ کر جو باتیں وہ کرتے ہیں تم نے کبھی نہیں سنیں؟ کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی شیطان نے کسی کاہن کے ذریعے سے لوگوں کو خدا پرستی اور خدا ترسی کی تعلیم دی ہو؟ شرک و بت پرستی سے روکا ہو؟ آخرت کی بازپرس کا خوف دلایا ہو؟ ظلم اور بدکاری اور بداخلاقیوں سے منع کیا ہو؟ نیکوکاری اور راستبازی اور خلقِ خدا کے ساتھ احسان کی تلقین کی ہو؟ شیاطین کا یہ مزاج کہاں ہے؟ اُن کا مزاج تو یہ ہے کہ لوگوں میں فساد ڈلوائیں اور انہیں برائیوں کی طرف رغبت دلائیں۔ ان سے تعلق رکھنے والے کاہنوں کے پاس تو لوگ یہ پوچھنے جاتے ہیں کہ عاشق کو معشوق ملے گا یا نہیں؟ جوئے میں کون سا داؤں مفید رہے گا؟ دشمن کو نیچا دکھانے کے لیے کیا چال چلی جائے؟ اور فلاں شخص کا اونٹ کس نے چرایا ہے؟ یہ معاملات چھوڑ کر کاہنوں اور ان کے سرپرست شیاطین کو خلقِ خدا کی اصلاح، بھلائیوں کی تعلیم اور برائیوں کے استیصال کی فکر کب سے لاحق ہو گئی؟ شیاطین اگر چاہیں بھی تو یہ کام ان کے بس کا نہیں ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے آپ کو انسانوں کے سچے معلم اور حقیقی مزکّی کے مقام پر رکھ کر خالص حق اور خالص خیر کی وہ تعلیم دے سکیں جو قرآن دے رہا ہے۔ وہ دھوکا دینے کی خاطر بھی یہ روپ دھار لیں تو ان کا کام ایسی آمیزشوں سے خالی نہیں ہو سکتا جو ان کی جہالت اور ان کے اندر چھپی ہوئی شیطانی فطرت کی غمازی نہ کر دیں۔ نیت کی خرابی، ارادوں کی ناپاکی، مقاصد کی خباثت اور اخلاق کی گندگی اُس شخص کی زندگی میں بھی اور اس کی تعلیم میں بھی جھلک کر رہے گی جو شیاطین سے الہام حاصل کر کے پیشوا بن بیٹھا ہو۔ بے آمیز راستی اور خالص نیکی نہ شیاطین القاء کر سکتے ہیں اور نہ ان سے ربط ضبط رکھنے والے اس کے حامل ہو سکتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ شیاطین کا قرآن کے القاء میں دخیل ہونا تو درکنار، جس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح الامین اِس کو لے کر چلتا ہے اور جس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر وہ اس کو نازل کرتا ہے، اس پورے سلسلے میں کسی جگہ بھی شیاطین کو کان لگا کر سننے تک کا موقع نہیں ملتا۔ وہ آس پاس کہیں پھٹکنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی نہیں پاتے کہ سُن گُن لے کر ہی کوئی بات اُچک لے جائیں اور جا کر اپنے دوستوں کو پہلے سے یہ بتا دیں کہ آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پیغام سُنانے والے ہیں، یا ان کی تقریر میں فلاں بات کا بھی ذکر آنے والا ہے۔

> یہ الزام کہ آپؐ کو کچھ دوسرے لوگ سکھاتے پڑھاتے ہیں۔

کفارِ قریش ایک طرف تو یہ کہتے تھے کہ معاذ اللہ شیاطین آپؐ پر قرآن کا القاء کرتے ہیں، اور دوسری طرف اِس کے بالکل برعکس وہ یہ الزام بھی لگاتے تھے کہ آپ کچھ دوسرے لوگوں سے سیکھ پڑھ کر یہ قرآن پیش کرتے ہیں۔

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ (الدُّخان۔ ۱۴) پھر انہوں نے رسول کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے "یہ تو سکھایا پڑھایا ہوا مجنون ہے"۔

ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ بے چارا تو سیدھا سادھا آدمی تھا، کچھ دوسرے لوگوں نے اِسے بھڑوں پر چڑھا لیا۔ وہ درپردہ قرآن کی آیتیں گھڑ گھڑ کر اِسے پڑھا دیتے ہیں، یہ آکر عام لوگوں کے سامنے اُنہیں پیش کر دیتا ہے۔ وہ مزے سے بیٹھے رہتے ہیں، اور یہ گالیاں اور پتھر کھاتا پھرتا ہے۔ اس طرح ایک چلتا ہوا فقرہ کہہ کر وہ اُن ساری دلیلوں اور نصیحتوں اور سنجیدہ تعلیمات کو اُڑا دیتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برسوں سے ان کے سامنے پیش کر کر کے تھکے جا رہے تھے۔ وہ نہ اُن معقول باتوں پر کوئی توجہ کرتے تھے جو قرآن مجید میں بیان کی جا رہی تھیں۔ نہ یہ دیکھتے تھے کہ جو شخص یہ باتیں پیش کر رہا ہے وہ کس پائے کا آدمی ہے اور نہ یہ الزام رکھتے وقت ہی وہ کچھ سوچنے کی زحمت گوارا کرتے تھے کہ ہم یہ کیا بکواس کر رہے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص درپردہ بیٹھ کر سکھانے پڑھانے والا ہوتا تو وہ حضرت خدیجہؓ اور ابوبکرؓ اور علیؓ اور زیدؓ بن حارثہ اور بیسیوں دوسرے ابتدائی مسلمانوں سے آخر کیسے چھُپ جاتا جن سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب اور ہر وقت کا ساتھی کوئی نہ تھا؟ پھر کیا وجہ ہے کہ یہی لوگ سب سے بڑھ کر حضورؐ کے گرویدہ اور عقیدت مند تھے؟ حالانکہ درپردہ کسی دوسرے شخص کے سکھاتے پڑھانے سے نبوت کا کاروبار چلایا گیا ہوتا تو یہی لوگ آپ کی مخالفت میں سب سے پیش پیش ہوتے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ۔ لِسَانُ الَّذِیْ ہمیں معلوم ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص کو ایک آدمی سکھاتا پڑھاتا ہے۔ حالانکہ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۔ کا اشارہ جس آدمی کی طرف ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے ۔

(النحل ۔ ۱۰۳)

روایات میں مختلف اشخاص کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ کفارِ مکہ اُن میں سے کسی پر یہ گمان کرتے تھے ۔ ایک روایت میں اس کا نام جَبْر بیان کیا گیا ہے جو عامر بن الحضرمی کا ایک رومی غلام تھا ۔ دوسری روایت میں حویطب بن عبدالعزّٰی کے ایک غلام کا نام لیا گیا ہے جسے عائش یا یَعِیش کہتے تھے ۔ ایک اور روایت میں یَسار کا نام لیا گیا ہے جس کی کُنیّت ابوفکیہہ تھی اور جو مکّے کی ایک عورت کا یہودی غلام تھا ۔ ایک اور روایت بَلعان یا بَلعام نامی ایک رومی غلام سے متعلق ہے ۔ بہرحال ان میں سے جو بھی ہو ، کفارِ مکہ نے محض یہ دیکھ کر کہ ایک شخص توراۃ اور انجیل پڑھتا ہے ، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے ملاقات ہے ، بے تکلف یہ الزام گھڑ دیا کہ اس قرآن کو دراصل وہ تصنیف کر رہا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے اپنی طرف سے خدا کا نام لے کر پیش کر رہے ہیں ۔ اس سے نہ صرف یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین آپ کے خلاف افترا پردازیاں کرنے میں کس قدر بے باک تھے ، بلکہ یہ سبق بھی ملتا ہے کہ لوگ اپنے ہم عصروں کی قدر و قیمت پہچاننے میں کتنے بے انصاف ہوتے ہیں ۔ ان لوگوں کے سامنے تاریخ انسانی کی ایک ایسی عظیم شخصیت تھی جس کی نظیر نہ اس وقت دنیا بھر میں کہیں موجود تھی اور نہ آج تک پائی گئی ہے ۔ مگر اُن عقل کے اندھوں کو اُس کے مقابلہ میں ایک عجمی غلام جو کچھ توراۃ و انجیل پڑھ لیتا تھا ، قابل تر نظر آ رہا تھا اور وہ گمان کر رہے تھے کہ یہ گوہر نایاب اِس کوئلے سے چمک حاصل کر رہا ہے ۔

حضورؐ کے صاحب وحی ہونے کا ایک صریح ثبوت

قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا قصہ بیان کرنے کے بعد ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

" اے نبی ، تم اُس وقت مغربی گوشے (یعنی طُورِ سینا کے دامن) میں موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو یہ فرمانِ شریعت عطا کیا اور نہ تم اِس واقعہ کے شاہدین میں سے تھے ۔ بلکہ اس کے بعد تمہارے زمانے تک ہم بہت سی نسلیں اُٹھا چکے ہیں اور ان پر بہت زمانہ بیت چکا ہے ۔ تم اہلِ مَدیَن کے درمیان بھی موجود نہ تھے کہ ان کو ہماری آیات سُنا رہے ہوتے ۔ مگر (اُس وقت کی یہ خبریں) بھیجنے والے ہم ہیں ۔ اور (تم طُور کے دامن میں اُس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو (پہلی مرتبہ) پکارا تھا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر یہ تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ تم کو یہ معلومات دی جارہی ہیں)، تاکہ تم ایک ایسی قوم کو خبردار کرو جس کے پاس تم سے پہلے کبھی خبردار کرنے والا نہیں آیا، شاید کہ یہ لوگ ہوش میں آئیں۔"

(القصص - ۴۴ تا ۴۶)

یہ تینوں باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہیں کہ یہ معلومات حاصل ہونے کا کوئی ذریعہ آپ کے پاس اللہ کی وحی کے سوا نہیں ہے۔ جس وقت قرآن مجید میں یہ باتیں کہی گئی تھیں اس وقت مکہ کے تمام سردار اور عام کفار اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ کسی نہ کسی طرح آپ کو غیر نبی اور معاذ اللہ جھوٹا مدعی نبوت ثابت کر دیں۔ ان کی مدد کے لیے یہود کے علماء اور عیسائیوں کے راہب بھی حجاز کی بستیوں میں موجود تھے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہیں عالم بالا سے آکر یہ قرآن نہیں سُنا جاتے تھے بلکہ اُسی مکہ کے رہنے والے تھے اور آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ آپ کی بستی اور آپ کے قبیلے کے لوگوں سے چھپا ہوا نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت اِس کھلے چیلنج کے انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت کے طور پر یہ تین باتیں ارشاد فرمائی گئیں، اُس وقت مکے اور حجاز اور پورے عرب میں کوئی ایک شخص بھی اُٹھ کر وہ بے ہودہ بات نہ کہہ سکا جو آج کے مستشرقین کہتے ہیں۔ اگرچہ جھوٹ گھڑنے میں وہ لوگ اِن سے کچھ کم نہ تھے، لیکن ایسا دروغِ بے فروغ آخر وہ کیسے بول سکتے تھے جو ایک لمحہ کے لیے بھی نہ چل سکتا ہو۔ وہ کیسے کہتے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم فلاں فلاں یہودی عالموں اور عیسائی راہبوں سے یہ معلومات حاصل کر لائے ہو، کیونکہ پورے ملک میں وہ اِس غرض کے لیے کسی کا نام نہیں لے سکتے تھے۔ جس کا نام بھی وہ لیتے فوراً ہی یہ ثابت ہو جاتا کہ اُس سے آنحضرتؐ نے کوئی معلومات حاصل نہیں کی ہیں۔ وہ کیسے کہتے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، تمہارے پاس پچھلی تاریخ اور علوم و آداب کی ایک لائبریری موجود ہے جس کی مدد سے تم یہ ساری تقریریں کر رہے ہو، کیونکہ لائبریری تو درکنار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس کہیں سے وہ ایک کاغذ کا پرزہ بھی برآمد نہیں کر سکتے تھے جس میں یہ معلومات لکھی ہوئی ہوں۔ مکے کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے آدمی نہیں ہیں اور کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپ نے کچھ مترجمین کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں جو عبرانی اور سُریانی اور یونانی کتابوں کے ترجمے کر کر کے آپ کو دیتے ہیں۔ پھر ان میں سے کوئی بڑے سے بڑا بے حیا آدمی بھی یہ دعویٰ کرنے کی جرأت نہ رکھتا تھا کہ شام و فلسطین کے تجارتی سفروں میں آپ یہ معلومات حاصل کر آئے تھے، کیونکہ یہ سفر تنہا نہیں ہوتے تھے۔ مکے ہی کے تجارتی قافلے ہر سفر میں آپ کے ساتھ لگے ہوتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر کوئی اس وقت ایسا دعویٰ کرتا تو سینکڑوں زندہ شاہد یہ شہادت دے دیتے کہ وہاں آپ نے کسی سے کوئی درس نہیں لیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد تو دو سال کے اندر ہی رومی سلطنت سے مسلمان برسرِ پیکار ہو گئے تھے۔ اگر کہیں جھوٹوں بھی شام و فلسطین میں کسی عیسائی راہب یا یہودی مربی سے حضورؐ نے کوئی مذاکرہ کیا ہوتا تو رومی سلطنت رائی کا پہاڑ بنا کر یہ پروپیگنڈا کرنے میں ذرا دریغ نہ کرتی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) معاذ اللہ سب کچھ یہاں سے سیکھ گئے تھے اور مکے جا کر نبی بن بیٹھے۔ غرض اس زمانے میں جبکہ قرآن کا یہ چیلنج قریش کے کفار و مشرکین کے لیے پیغامِ موت کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کو جھٹلانے کی ضرورت موجودہ زمانے کے مستشرقین کی بہ نسبت اُن لوگوں کو بدرجہا زیادہ لاحق تھی، کوئی شخص بھی کہیں سے ایسا کوئی مواد فراہم کر کے نہ لا سکا جس سے وہ یہ ثابت کر سکتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی کے سوا ان معلومات کے حصول کا کوئی دوسرا ذریعہ موجود ہے جس کی نشاندہی کی جا سکتی ہو۔ (باقی)

© rasailojaraid.com